تفسیر سُورۃ الفاتحہ

سورۃ :

سورتیں قرآنِ مجید میں بمنزلہ باب کے ہیں۔ سورۃ کے معنی اونچائی، بلندی اور رفعت کے ہیں۔ بلند منزل اور بلند مقام کو بھی سورہ کہتے ہیں :

"السّورۃ منزلۃ من منازل الارتفاع" (ابن جریر ص۳۵ ج۱)

گویا کہ قرآنِ مجید کی ہر سورۃ مرتبہ کے اعتبار سے اونچی، جب کہ حاملِ قرآن مقامِ رفیع پر فائز ہوتا ہے :

"یعنی بذالک انّ اللہ اعطاہ منزلۃ من منازل الشّرف" (ابن جریر ص۳۶ ج۱)

مگر افسوس، اب قاری تو رہ گئے ہیں لیکن حاملِ قرآن شاذونادر ــــ یعنی قاری، عامل نہیں ہوتا !

سورت کے ایک معنی شہر پناہ کی دیوار کے بھی ہیں۔ چنانچہ قرآنِ مجید کی سورتوں میں قرآنِ کریم کے لفظی اور معنوی مکارم محفوظ ہوتے ہیں۔ کیوں کہ جو لفظ اور مفہوم سورۃِ قرآن میں جس سیاق وسباق اور مقام پر ہوتا ہے، دوسری کتابوں میں اس لفظ کی وہ معنویت اور عبارت کا وہ اعجاز باقی نہیں رہتا ــــ علاوہ ازیں قرآنِ مجید پڑھنے سے اس کے قاری کی عظمتوں کو ایک طرح کا تحفظ حاصل ہو جاتا ہے !

الفاتحہ :

اس سورۃ کے ناموں میں سے ایک نام سورۃ فاتحہ بھی ہے، اور اس کو امّ الکتاب

بھی کہتے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، چونکہ قرآنِ مجید کے نسخوں کی کتابت اور نماز میں قرأت اسی سورہ سے شروع ہوتی ہے، اس لیے اسے ام الکتاب یعنی سورۃ فاتحہ کہا جاتا ہے:

"سمّیت امّ الکتاب لانّہ یبدأ بکتابتھا فی المصاحف و یبدأ بقرأتھا فی الصّلوٰۃ" (صحیح بخاری، کتاب التفسیر ص۶۴۲، مطبع اصح المطابع)

مکیّہ:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قیام کے دو دور ہیں ـــ ایک مکّی، دوسرا مدنی! ـــ جب آپؐ مکہ مکرمہ میں رہائش فرما تھے، اس دوران جو سورتیں نازل ہوئیں، ان سورتوں کو مکّی سورتیں کہتے ہیں۔ اور جو سورتیں ہجرت کے بعد اور مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں، انھیں مدنی سورتیں کہتے ہیں۔

آپؐ کا مکّی دور (بعثت کے بعد) تقریباً ۱۲ سال ۵ ماہ اور ۲۱ دنوں پر مشتمل ہے۔ اس میں کل ۹۲ سورتیں نازل ہوئیں، جو پورے قرآنِ مجید کے دو ثلث کے برابر ہیں۔ باقی سورتیں مدنی دور میں نازل ہوئیں، جو پورے قرآن کے ایک ثلث کے برابر ہیں ـــ سورتوں کی کل تعداد ۱۱۴ ہے۔

سبع آیات:

اس سورۃ کی سات آیات ہیں۔ قرآنِ مجید کی سورۂ حجر آیت ۸۷ سے بھی اس کی توثیق ہوتی ہے ـــ فرمایا:

"وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ"

"ہم نے آپؐ کو سات (آیتیں)، جو (نماز میں) دہرائی جاتی ہیں، اور عظمت والا قرآن عطا فرمایا ہے"

صحیح بخاری میں ہے، رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس سے مراد سورۃ الفاتحہ ہے، جو سات آیات ہیں:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ھِیَ السّبع المثانی والقراٰن

العظیم" (ص ۶۸۳/۲ عن ابی سعید بن المعلی)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے :

" امّ القرآن وھی السبع المثانی والقرآن العظیم"

(ص ۶۸۳/۲، کتاب التفسیر، سورۂ حجر)

لیکن اس میں اختلاف ہے کہ یہ سات آیات کس طرح بنتی ہیں ؟ ایک جماعت کا خیال ہے کہ ساتویں آیت " بسم اللہ " ہے ۔ بعض مرفوع روایات اور آثارِ صحابہ (رضی اللہ عنہم) سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے ۔ دوسری جماعت کا کہنا ہے کہ اس کی ساتویں آیت " بِسْمِ اللہِ " نہیں، " صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ " ہے ۔ مگر اس مفروضہ کی وجہ سے تکلّف کرنا پڑتا ہے اور فاتحہ کو درمیان سے کھُرچ کر ساتویں آیت بنانا پڑتی ہے ۔ اس کے علاوہ لفظِ " غَیْر " کو ماقبل سے کاٹ کر نحوی قاعدہ کی خلاف ورزی کی جاتی ہے ۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے رازیؒ کی تفسیر کبیر ص ۱۰۶/۱ اور تفسیر نیسابوری ص ۷۶ حاشیہ تفسیر کبیر) ۔

بہرحال آپ کوئی سی ساتویں آیت تجویز فرمائیں، جب آپ اس سورہ کی تلاوت کرتے ہیں، تو سات آیات پڑھ لیتے ہیں، فھو المقصود وللہ الحمد !

اَعُوْذُ بِاللہِ

قرآنِ مجید کے ذریعے انسان کا اپنے خالق اور مالک سے واسطہ قائم رہتا ہے ۔ جب کہ شیطان کی کوشش یہ رہتی ہے کہ بندے اور اس کے رب کے درمیان یہ علاقہ قائم نہ رہے ۔ وجہ یہ کہ کائنات میں انسان ہی ایک ایسی ہستی ہے، جس کے سبب سے اسے راندۂ درگاہ ہونا پڑا ہے ۔ اب وہ چاہتا ہے کہ کسی طرح انسان بھی راندۂ درگاہ ہو جائے ۔ چنانچہ روزِ ازل سے وہ نت نئے ہتھکنڈے استعمال کرتا چلا آرہا ہے کہ انسان کی یاری رب کی بجائے اس سے ہو جائے ؏

تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

حق تعالیٰ چاہتے ہیں کہ انسان اس کے جال میں پھنس کر ذلیل اور رسوا نہ ہو جائے ۔ لہٰذا اس کی شیطنت سے بچنے کے لیے انسان سے فرمایا :

" فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ " (النحل: ۹۸)

"جب آپ قرآنِ مجید کی تلاوت کرنے لگیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں۔"

اللہ کی پناہ مانگنا :

اللہ کی یہ پناہ الفاظ کا گورکھ دھندا نہیں ہے، بلکہ ایک کردار اور دستور العمل کا نام ہے، چنانچہ فرمایا :

"اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ۔" (النحل: ۹۹)

"جو اللہ کو مانتے ہیں اور اس پر توکل اور بھروسہ کرتے ہیں، شیطان کا اُن پر کچھ زور نہیں چلتا۔"

ہاں بلکہ شیطان کی شیطنت کی زد میں وہ لوگ آتے ہیں جو اس کی یاری کا دم بھرتے ہیں اور عملاً اُس کی راہوں پر جان چھڑکتے ہیں :

"اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ۔" (النحل: ۱۰۰)

مقصود یہ کہ قرآنِ مجید کی تلاوت کرنے والا زبان سے بھی دعا مانگے اور عملاً بھی قرآنی دستور العمل کے رنگ میں ڈوب جائے۔ ورنہ صرف زبانی کلامی "اعوذ باللہ" کی رٹ لگانے سے کچھ فائدہ نہیں ہو گا، اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی پناہ نصیب ہو گی۔ اس کی مثال یوں سمجھیے، جیسے کسی دشمن سے کوئی یہ کہہ دے کہ اگر تم مجھ پر فائر کرو گے تو میں دیوار کی پناہ لے لوں گا۔ لیکن عملاً دیوار کی اوٹ میں جانے کی کوشش نہ کرے، تو ظاہر ہے کہ وہ دشمن کے وار سے نہیں بچ سکے گا! —— پس "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ" کہہ کر گویا آپ نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا ہے کہ اے اللہ، میں تیری پناہ میں آیا، مجھے اس کے شر سے بچا لے! —— مگر اس کی بجائے اگر دوڑ کر آپ شیطان کی گود میں جا بیٹھتے ہیں تو ظاہر ہے کہ آپ نے محض ایک مذاق کیا ہے۔ اس کی بجائے ہونا یہ چاہیے کہ اگر آپ اس مردود سے بیزار ہیں تو عملاً بھی اس سے بیزاری کا ثبوت دیں۔

شیخ الاسلام محمدؒ "اعوذ" کے معنے لکھتے ہیں :

"الوذ باللہ واعتصم باللہ واستجیر بجنابہ من شر ھذا العدو۔"

(تفسیر آیات القرآن الکریم ص۹)

"میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں، اس کا دامن تھامتا ہوں اور اس کی بارگاہ کی آڑ لیتا ہوں، اس دشمن کے شر سے"!

اس مفہوم کا یہ تقاضا ہے کہ آپ اس کے دستور العمل کو اپنائیں ــــ اگر یہ بات نہیں تو "اعوذ باللہ" کے کیا معنے رہ جاتے ہیں؟

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

"اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان اور رحم والا ہے"!

جب تلاوت سے پہلے "اعوذ باللّٰه" اور اس کے بعد "بسم اللّٰه" پڑھ کر انسان قرأت شروع کرتا ہے تو یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ حق تعالیٰ آپ سے فرما رہے ہیں، واقعی آپ اگر میری پناہ میں آنا چاہتے ہیں تو بسم اللہ، تشریف لائیے اور میرے ہاں قیام کیجیے! یقیناً شیطان اور اس کی ذریت کا یہاں کوئی داؤ نہیں چلے گا:

"اِنَّهٗ لَيۡسَ لَهٗ سُلۡطٰنٌ عَلَى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ــــ الاٰية"! (النحل: ۹۹)

انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ جس ذاتِ کریم کی پناہ چاہتا ہے، وہ رحمت و رأفت کا بے پایاں، بحرِ ناپیدا کنار ہو ــــ قوت اور قدرت کے اعتبار سے بھی بے مثال ہو چنانچہ حق تعالیٰ نے اپنے ذاتی نام "اللہ" کے ساتھ "الرّحمٰن الرّحیم" کو جوڑ کر یہی اطمینان دلایا ہے کہ تسلّی رکھیے، آپ اپنے اللہ کو، اپنے رب کو توقع اور وہم و گمان سے بھی بڑھ کر پائیں گے!

آپ کہیے، اس کا نام ہی کافی!

دنیا میں اللہ رب العزت کی "ذاتِ عین" کو بے حجاب پا کر گو اس سے رابطہ ممکن نہیں، تاہم طلبِ صادق کے ساتھ اگر آپ حق تعالیٰ کے نام پاک "اللہ" کا دامن تھام کر اس سے التجا اور درخواست کریں گے تو یوں بھی کام بن جائے گا۔ کیوں کہ اس کی اعلیٰ ذات کے ساتھ جتنی بھی نسبتیں ہیں، وہ بھی بڑی عظیم ہیں۔ اور کارسازی کی یہ صفت صرف اس کے ذاتی نام "اللہ" ہی میں نہیں، بلکہ اس کے تمام اسمائے حسنیٰ کا خاصہ ہے: "قُلِ ادۡعُوا اللّٰهَ اَوِ ادۡعُوا الرَّحۡمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدۡعُوۡا فَلَهُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰى" (الاسراء: ۱۱۰)

"آپ فرما دیجیے، تم (اسے) اللہ (کے نام سے) پکارو یا رحمان (کے نام سے)
تم اسے جس نام سے بھی پکارو، اس کے سب نام اچھے ہیں"

اس دنیائے ہست و بود میں ما سوی اللہ کی جتنی ہستیاں اور اشیاء ہیں، وہ محترم اور مکرم تو ہو سکتی ہیں، مگر ان کے نام بھی بندوں کی کارسازی اور ان کی دعاؤں میں ان کے کچھ کام آسکیں؟ تو یہ قطعاً محال بلکہ ناممکن ہے۔ ورنہ اسلام میں اس کی کچھ مثالیں ضرور ملتیں۔ مثلاً باسم نوحؑ، بسم خلیلؑ، بسم کلیمؑ، بسم کعبہ وغیرہ بھی "بسم اللہ" کے علاوہ کسی پیغمبر یا خاصانِ خدا کی زبان سے کبھی کسی نے سنا ہوتا، لیکن ایسا نہیں ہوا! — اور ہوتا بھی کیوں کر، اور اللہ والے ایسا کرتے تو کیسے؟ وہ تو تشریف ہی اسی لیے لاتے رہے کہ رہے نام اللہ کا — اللہ بس، باقی ہوس!

— وحدتِ وجود کی یہ تعبیر قبول کر لی جائے تو اس سلسلہ کے سارے جھگڑے ختم ہو جائیں!

تمام گناہوں کا علاج:

اسلام کی تلقین ہے کہ آپ ہر کام "بسم اللہ" (اللہ کا نام) پڑھ کر کیا کریں، تو آپ ہر گناہ سے بچ سکتے ہیں۔ مثلاً آپ قرآنِ کریم کی تلاوت یا کوئی دوسرا ایک کام کرنا چاہیں تو اس میں برکت ہوگی۔ حق تعالیٰ سے تعلق کی تجدید کے سامان ہوں گے اور دل کو بھی اطمینان رہے گا۔ لیکن چوری چکاری، کام بد اور بدی کی طرف ہاتھ یا قدم بڑھاتے وقت آپ "بسم اللہ" بھی پڑھیں؟ تو ظاہر ہے، اس کی آپ جرأت نہیں کر سکیں گے۔ اس لیے لازماً گناہ کا کام آپ کو چھوڑنا ہی پڑے گا۔

غور فرمائیے، یہ سعادت اور برکت صرف "بسم اللہ" (اللہ کے نام) کے صدقے حاصل ہو رہی ہے۔ پھر جب آپ سارے قرآنِ پاک کو سامنے رکھ کر چلیں گے تو اس وقت آپ کی زندگی کی بہاروں کا کیا عالم ہوگا، اور معراجِ حیات کے کرشمے کیا کیا اور کیسے کیسے دیکھ پائیں گے، اس کا اندازہ خود فرما لیجیے!